International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, Vol.:03, Issue: 01, Jan-Jun 2023
PP: 180 -302

OPEN ACCESS
IRJAIS
ISSN (Online): 2789-4010
ISSN (Print): 2789-4002
www. irjais.com

عصمت رسول اللہ ﷺ کا کتاب الشفاء کی روشنی میں تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

A research and analytical study of Ismat of Prophet SAW in the light of Kitab al-Shifa

Dr. Nabeela Falak
Assistant Professor/Head, Department of Islamic Studies,
The University of Lahore Sargodha Campus

Abstract

Studying about the Ismat of Prophet SAW is an important need of the time. Today, individuals or groups who take a deviant path regarding the position and glory of Prophet hood, the main reason is that their belief in the Ismat of the Prophets is not correct, although the Prophet SAW commanded his Ummah the same as Allah the Almighty commanded them. was given Nothing has been left out of it and Allah has prevented us from what He has forbidden. Kitab al-Shafa holds a unique and prominent position in the books of biography of Holy Prophet SAW, while Qazi Ayaz has presented extensive discussions on other aspects of Seerah, he has also explained the Ismat of the Prophet SAW with excellent arguments and presented excellent discussions. In this paper, an attempt has been made to present Ismat e Rasool in the light of the Book Al-Shifa by Qazi Ayaz,in a research and analytical manner, and other biographical books have also been used.

Keywords: Ismat, Prophets Kitab al-Shifa, research, analysis

تعارف موضوع

عصمت انبیاء سے مراد تمام انبیاء علیہ السلام کا ہر قسم کی برائی اور بدی سے سہو اور لغزش کا امکان ہونے کے باوجود، محفوظ رہنا ہے۔ بشریت سے متصف ہونے کی بنا پر انبیاء علیہ اسلام نیکی و بدی کے حامل ضرور ہیں لیکن عمل و ارادہ میں ان سے ہر قسم کی بدی کے ظہور کو ناممکن بنا دیا گیا ہے۔ اگر کبھی انبیاء سے کسی قسم کی لغزش کا کا وقوع ہوا بھی تو فوراً ان کی تصحیح کر دی جاتی ہے۔ عصمت رسول اللہ ﷺ کے بارے میں مطالعہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔ آج جو افراد یا گروہ مقام اور شان نبوت کے بارے میں انحرافی راہ اختیار کرتے ہیں اس کی بڑی وجہ ان کا عقیدہ عصمت انبیاء کا درست نہ ہونا ہے حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو وہی حکم دیا جو انہیں اللہ تعالیٰ نے دیا تھا۔ اس میں سے کوئی چیز چھوڑی نہیں اور جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا اس سے ہمیں روک دیا۔ پیغام رسالت اور ابلاغ دین میں معصومیت سہو کے مخالف نہیں اسی لیے تو فقہا اور متکلمین بعض تبلیغی افعال میں سہو کے صدور کے جواز کے قائل ہیں۔ ان کے خیال میں سہو کے نتیجے میں حکم شرعی مرتب ہوتا ہے کیونکہ قول کے مقابلے میں فعل کے ذریعے تبلیغ زیادہ واضح اور احتمال دور کرنے میں قوی ہوتی ہے

CC BY

تاہم اس پر اتفاق ہے کہ اس صورت میں انبیاء کو اس پر قائم نہیں رہنے دیا جاتا۔ انہیں فوراً ہی حکم صحیح بتایا جاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر کچھ بھولتے تھے تو ان کی یہ حالت نسیان بھی امت کو فائدہ پہنچانے والی ہوتی تھی کیونکہ تبلیغی امور میں کبھی بھی نبی کو نسیان یا سہو پر قائم نہیں رہنے دیا جاتا۔ کتاب الشفاء کتب سیرت میں ایک منفرد اور نمایاں مقام رکھتی ہے، قاضی عیاضؒ نے جہاں سیرت کے دیگر پہلوؤں پر سیر حاصل مباحث پیش کئے ہیں وہاں عصمتِ انبیاء پر بھی نہایت عمدہ دلائل کے ساتھ وضاحت فرمائی ہے اور عمدہ مباحث پیش کیں ہیں

عصمت کے لغوی و اصطلاحی مفاہیم

عصمت انبیاء کے بارے میں بیان کرنے سے قبل لفظ عصمت کے لغوی و اصطلاحی معنی بیان کرنا ضروری ہیں۔ ماہرین لغت نے عصمت کے جو معنی بیان کیے ہیں اس کے مطابق عصمت کے لغوی معنی ہیں باز رکھنا، حفاظت کرنا، بچانا۔

العصمة فى الكلام العرب ،المنع، وعصمة الله عبده ان يعصمه مما يوبقه، عصمة يعصمه عصما: منعه ووقاه۔ (1)

عصمت کے یہی معنی قرآن مجید میں بھی مختلف سورتوں میں بیان ہوئے ہیں ارشاد باری تعالی ہے:

قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰي جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَاۗءِ (2)

(میں ایسے پہلے ٹیلے پر چلا جاؤں گا جو مجھے پانی میں ڈوبنے سے بچائے گا۔)

اور آیت: **لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ** (3)

حضرت یوسف علیہ السلام کی برات کے بارے میں ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ (4)

(بے شک میں نے اس سے اپنا مطلب نکالنا چاہا لیکن محفوظ رہا۔)

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ (5)

عصمت انبیاء سے مراد تمام انبیاء علیہ السلام کا ہر قسم کی برائی اور بدی سے سہو اور لغزش کا امکان ہونے کے باوجود، محفوظ رہنا ہے۔ بشریت سے متصف ہونے کی بنا پر انبیاء علیہ اسلام نیکی و بدی کے حامل ضرور ہیں لیکن عمل و ارادہ میں ان سے ہر قسم کی بدی کے ظہور کو ناممکن بنا دیا گیا ہے۔ اگر کبھی انبیاء سے کسی قسم کی لغزش کا وقوع ہوا بھی تو فوراً ان کی تصحیح کر دی جاتی ہے۔

قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں۔

"واعلم ان الامة مجمعة على العصمة النبى ﷺ من الشيطان وكفايته منه۔"(6)

(امت کا اجماع ہے کہ انبیاء شیطان سے محفوظ ہوتے ہیں ان کی شیطان کے خلاف کفایت کی جاتی ہے۔)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ بِهِ قَرِينُهُ مِنْ الْجِنِّ قَالُوا وَإِيَّاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَإِيَّايَ إِلَّا أَنَّ اللَّهَ أَعَانَنِي عَلَيْهِ فَأَسْلَمَ فَلَا يَأْمُرُنِي إِلَّا بِخَيْرٍ (7)

اس بارے میں دو اقوال ہیں، ایک یہ کہ معصوم وہ ہے جس سے معاصی کا ارتکاب ممکن نہ ہو۔

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

> **"ان المعصوم من عصمة الله تعالیٰ و ان الانسان لا یمکنه ان یحترز بنفسه عن مو اقع الضلالة۔**
>
> یعنی معصوم وہ شخص ہے جس سے گناہوں کا ارتکاب ممکن نہ ہو یعنی اس کے اندر کوئی ایسی خاصیت ہو کہ وہ ارتکاب گناہ پر قادر نہ ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ معصوم سے مراد وہ شخص ہے جو معاصی پر قادر ہو اور یہ موقف اشاعرہ کا ہے۔ امام رازیؒ لکھتے ہیں:
>
> **"لکن فسر العصمة بالقدره علی الطاعة فهو قول ابی الحسن الاشعری"**
>
> یعنی وہ صرف اللہ کی اطاعت پر قادر ہوتا ہے اور یہ ابو الحسن الاشعری کا قول ہے۔

جو لوگ سلب اختیار کے قائل نہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ عصمت سے مراد اختیار کا سلب ہونا ہے یعنی ان کے جسمانی تقاضے اور خصائص تو دوسرے انسانوں جیسے ہوتے ہیں لیکن وہ صرف اللہ کی اطاعت پر قادر ہوتے ہیں ان کے خیال میں عصمت بندے کے ساتھ اللہ کا ایک معاملہ ہے اور اسے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ اس امر کے ہوتے ہوئے بندہ گناہ کا ارتکاب نہیں کرے گا۔ اگر عصمت سے مراد سلب اختیار ہوتا تو پھر معصوم اپنی عصمت پر مدح وستائش کا مستحق نہ ہوتا۔ امر و نہی اور ثواب وعتاب بے معنی ہو جاتے۔ استدلال میں قرآن کریم کی درج ذیل آیات پیش کرتے ہیں:۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ (8)"میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں۔"

ۘ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ (9)

"اور اللہ کے ساتھ دوسرا معبود نہ بنانا۔"

وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَـيْـــًٔا قَلِيْلًا ع74ۙ (10)

"اور اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ رکھا ہوتا آپ ان کی طرف جھکنے کے قریب تھے۔"

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ (11)

"اور میں اپنے نفس کو بھی بری نہیں بتلاتا۔"

ان لوگوں کے خیال میں عصمت کے چار اسباب ہیں۔

> **احدهما ان یکون لنفسه اور لبدنه خاصیة تقتضی ملکة ما نعة من الفحور-----و ثانیها ان یحصل له العلم بمثالب المعاصی ومناقب الطاعات وثالثها تاکید تلک العلوم بتتابع الوحی والبیان من الله تعالی و رابعها انه متی صرعنه امر من الامور من باب ترک الاولی او لنسیان لم یترک مهملا بل یعاقب وبنسبه علیه ویفیق الامر فیه علیه فاذا اجتمعت ہذا الامور الاربعه کان الشخص معصوما عن المعاصی۔ (12)**
>
> عصمت کے چار اسباب ہیں اول یہ کہ انبیاء کرام کے نفس اور بدن میں ایسی خاصیت ہوتی ہے جو فجور سے باز رہنے کا ملکہ پیدا کرتی ہے۔ دوسرا یہ کہ معصوم کو معاصی کے عیب کی سزا اور طاعات کے فضائل وثواب کا پوری طرح علم ہوتا ہے۔ تیسرا اس کی تائید وحی سے ہوتی ہے اور چوتھا جب ان

سے کوئی کام ایسا ہو جائے جو ترک اولی کی قسم سے ہو یا نسیان سے ان کو بلا تنبیہ نہیں چھوڑا جاتا اور اس معاملے میں اس پر تنگی کی جائے ان چاروں باتوں کے جمع ہونے سے کوئی شخص معصوم ہوتا ہے۔

اگر کسی شخص میں یہ چاروں باتیں جمع ہو جائیں تو یقینا ایسا شخص معاصی سے محفوظ ہو گا۔ کیونکہ جب ملکہ عفت ہر نفس میں پیدا ہو جائے اور ساتھ ہی اطاعت میں موجود سعادت اور معصومیت میں موجود شقاوت کے مکمل علم کا اس پر اضافہ ہو جائے تو یہ علم ملکہ نفسانی کے تقاضوں کو پورا کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے پھر وحی الٰہی سے اس کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ پھر معمولی خطا کے سرزد ہونے پر مواخذہ کا خوف اس کے معاصی سے بچنے کو مزید تقویت بخشا ہے۔ اس طرح ان امور کے اجتماع سے عصمت کی حقیقت حاصل ہوتی ہے۔

عبد الکریم شہرستانی عصمت انبیاء کے بارے میں لکھتے ہیں:

> **يعطفيهم من الخلق قولا: الرسالة والنبوة يعطفيهم من الخلق فحلا بكمال الفطرة ولقاء اجوهر وصفا العنصر و طيب الاخلاق و كرم الاعراق فيرهيهم مرتبة مرتبه حتى اذا بلغ اشده و بلغ او بعين سنة و كملت قوته النفساية و تحصيات بقبول الاسراء الالهيه بعث اليهم ملكا و انزل عليهم كتابا۔**(13)
>
> اللہ تعالیٰ انبیاء کو اپنی مخلوق میں سے چن لیتا ہے اور برگزیدہ بنالیتا ہے۔ فطرت کے کمال اور جوہر اور جوہر کی پاکیزگی کے اعتبار سے بھی اور اخلاق کی پاکیزگی اور طبیعت کی شرافت کے اعتبار سے بھی وہ ان کو درجہ بدرجہ بلند کرتا ہے یہاں تک کہ وہ چالیس سال کی عمر کو ہو کر اپنی قوت کو پہنچ جاتے ہیں۔ ان کی باطنی قوت کامل ہو جاتی ہے اور وہ اسرار الہیہ کو قبول کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں تو پھر اللہ تعالی ان کے پاس فرشتہ بھیج دیتا ہے۔ اور اپنی کتاب ان پر نازل فرماتا ہے۔

حکماء کے نزدیک عصمت وہ ملکہ ہے جو انسان کو نافرمانی سے باز رکھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عصمت ایک ایسا ملکہ ہے جس کو محض اللہ تعالی پیدا کرتا ہے جو ایک عام عادت کے طریقہ کے مطابق نافرمانی سے روکتا ہے[14]

بعض لوگوں کے خیال میں عصمت ایک فطری خصلت ہے جو انسان کو نافرمانی و برائی سے روکتی ہے۔ لیکن وہ اس کو مجبور محض نہیں بنادیتی۔

شیخ امام ابو منصور کے بقول ''عصمت آزمائش'' کو زائل نہیں کر دیتی یعنی وہ انسان کو نہ اطاعت پر مجبور کرتی ہے اور نہ معصیت کے ارتکاب سے اس کو بے بس کر دیتی ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص لطف و کرم ہے جو انسان کو نیکی کرنے پر ابھارتا ہے اور برائی کے ارتکاب سے روکتا ہے اور انسان کو پورا اختیار حاصل رہتا ہے یہ ابتداء اور آزمائش کو وجود بخشنے کی غرض سے ہے۔[15]

امام قرافیؒ نے شرح محصول میں عصمت کی اس تعریف پر اشکال ظاہر کیا ہے کہ بہت سے لوگ بلوغت کے تھوڑے عرصہ بعد ہی وفات پا جاتے ہیں اور ان سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا ہے اسی طرح بعض صحابہ سے کبھی کفر اور کبائر کا صدور نہیں ہوا اس کے باوجود وہ معصوم نہیں تھے، جبکہ عصمت کی مذکورہ بالا تعریف ان پر صادق آتی ہے۔

امام قرانیؒ عصمت کی تین قسمیں بیان کرتے ہیں۔ پہلی قسم ذات باری تعالیٰ کی عصمت ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا مقدس اور نقائص سے مبرا و منزہ ہونا۔ دوسری قسم ملائکہ، انبیاء اور پوری امت کی عصمت ہے۔ اور تیسری قسم امت کے بعض ایسے افراد کی عصمت ہے جن سے معصیت کا صدور نہ ہوا ہو۔

پہلی قسم واجب لذاتہ ہے۔ کوئی چیز اس کی علت نہیں۔ اس سے اس کا علم اور کلام نفسی متعلق ہے اس نے اپنے ربانی کلام میں اس کی خبر دی ہے۔ اس سے ارادہ الٰہی متعلق نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق صرف ممکنات سے ہوتا ہے۔

دوسری قسم واجب لذاتہ نہیں ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کا علم ارادہ اور کلام نفسی متعلق ہے۔ اور اس نے اپنے زبانی کلام یا معجزہ کے ذریعے اس کی خبر دی ہے اس لیے سماعی طور پر یہ واجب ہو گیا اور اس کا اعتقاد رکھنا ہمارے لیے واجب ہے۔(16)

علامہ مازری نے شرح البرھان میں لکھا ہے کہ انبیاء بھی دوسرے انسانوں کی طرح ہوتے ہیں جو حالات تمام انسانوں پر وارد ہوتے ہیں سوائے اس حالت کے جس کی نفی پر معجزہ دلالت کرے یا انبیاء جو کہیں کہ یہ حالت ہم پر طاری نہیں ہوتی۔ اس صورت میں اس حالت کا ان پر طاری ہونا ممتنع سمجھا جائے گا۔”

تیسری قسم سے اللہ تعالی کا علم، ارادہ اور کلام نفسی متعلق ہے لیکن اس نے اپنے ربانی کلام کے ذریعے اس کی خبر دی ہے، نہ معجزہ کے ذریعے اس لیے یہ سماعی طور پر واجب نہیں ہے۔ اور ہم اس کا اعتقاد رکھنا بھی ضروری نہیں ہے۔ امت کے ہر فرد سے گناہ کا صادر نہ ہونا بھی ممکن ہے اور صادر ہونا بھی ممکن ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس کے بارے میں علم الٰہی میں یہ بات ہو کہ اس سے گناہ کا صدور نہیں ہو گا۔ اس سے گناہ یقینا صادر نہیں ہو گا اگر ایسا نہ ہو تو علم الٰہی جہالت میں بدل جائے گا(یعنی علم الٰہی کا غلط ہونا لازم آئے گا) البتہ اللہ کا یہ علم غیبی ہے جو ہم سے پوشیدہ ہے۔(17)

امت کے ہر فرد سے گناہ کا صادر نہ ہو اور صادر ہونے کے امکان پر ابن قاسم فرماتے ہیں کہ علماء کا امت کے بعض افراد کی عدالت کے ثبوت پر اتفاق ہے۔ عدالت وہ ملکہ ہے جو انسان کو کبائر و صغائر کے ارتکاب اور مباح رزائل سے روکتا ہے اس صورت میں امت کے بعض افراد کا کبائر و صغائر اور مباح رزائل سے عصمت کا ثابت ہونا لازم آتا ہے۔(18)

اب یا تو عدالت کی تعریف غلط ہے یا عصمت انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے۔ الاّ یہ کہ عصمت کی تعریف میں ملکہ سے مراد وہ خاصیت ہو جو ہمیشہ کے لیے انسان کو گناہ سے باز رکھے برخلاف عدالت کے کہ اس کی تعریف میں ملکہ سے مراد اپنی خاصیت ہو جس کی موجودگی میں انسان سے کبھی گناہ کا صدور ہو اور کبھی نہ ہو۔ مزید فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کا دعوی ہے کہ عصمت بھی عدالت کے مثل ہے۔ کیونکہ وہ اختلاف کرتے ہوئے یہ دلیل دیتے ہیں کہ نبوت سے قبل بھی عصمت کے حصول کے بعد وہ انسان کو ہمیشہ کے لیے گناہ سے باز رکھتی ہے۔(19) عطارؒ فرماتے ہیں کہ امت کے بعض افراد سے معصیت سرزد نہ ہونے کا تذکرہ ملتا ہے مثلا حضرت صہیبؓ اس اعتبار سے عصمت میں ان کی اور انبیاء علیہم السلام کی مساوات لازم آتی ہے۔ ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے۔

صہیب کتنا اچھا بندہ ہے اگر اسے خدا کا خوف نہ ہو تا تب بھی گناہ نہ کرتا۔

عصمت تو انبیاء کے ساتھ خاص ہے۔ تو یہ اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ انبیاء کے علاوہ دوسرے افراد کے گناہ سرزد نہ ہونے کے بارے میں جو نصوص وارد ہیں وہ انکی مدح وستائش میں مبالغہ کے طور پر ہیں بخلاف ان نصوص کے جو انبیاء سے گناہ سرزد نہ ہونے کے بارے میں وارد ہوئے ہیں یعنی اس سے مراد حقیقی طور پر عصمت ہی مراد ہے مدح وستائش میں مبالغہ نہیں انبیاء کے علاوہ دوسروں کے بارے میں وارد ہونے والے نصوص ظنی اور قابل تخصیص ہیں۔

عصمت انبیاء کے ساتھ خاص ہے۔ لیکن معتبر کتابوں کے مطالعہ سے یہ تخصیص نہیں ملتی بلکہ یہ بات ملتی ہے کہ ہر نبی ہر فرشتہ اور پوری امت معصوم ہے۔ اس تخصیص کا دعوی کیونکر کیا جا سکتا ہے حالانکہ اہل تشیع یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے آئمہ معصوم ہیں۔ کسی فرقے نے واضح طور پر ان کی تردید بھی نہیں کی لیکن وہ ان دلائل کا رد کرتے ہیں جو اہل تشیع اپنے آئمہ کی عصمت کے اثبات میں پیش کرتے ہیں۔(20)

صحیح بات یہ ہے کہ عصمت کا انبیاء کے ساتھ خاص ہونا ضروری نہیں اور حضرت صہیب کے بارے میں حدیث اگر متواتر ہے اور قطعی طور پر ان کی عصمت پر دلالت کرتے تو ہم پر اس کا اعتقاد واجب ہو گا قرافیؒ نے عصمت انبیاء اور عصمت فرد امت کے درمیان جو فرق کیا ہے وہ لازم نہیں آتا البتہ ان دونوں میں فرق کرنا بہتر ہو گا۔ جس سے وہ بھی متفق ہیں کہ امت کے کسی فرد کی عصمت کے بارے میں کوئی قطعی اور متواتر نص وارد نہیں ہوئی۔(21)

ابنیا علیہم السلام جن چیزوں سے محفوظ و معصوم رکھے گئے ہیں ان کی دو اقسام ہیں پہلی قسم میں وہ چیزیں ہیں جس سے تبلیغ دین میں خلل واقع ہو سکتا ہے اور دوسری قسم اس کے علاوہ ہے اول میں پہلی قسم پر بحث کی جائے گی۔

(ا) عصمت فی تبلیغ:

جہاں تک ان باتوں کا تعلق ہے جو تبلیغ میں مخل ہوتی ہیں اس بارے میں علماء کا اجماع ہے کہ انبیاء ان سے معصوم ہوتے ہیں مثلاً کتمان رسالت، رسالت کا جھوٹا دعوی، کسی نازل شدہ حکم سے ناواقفیت یا اس میں شک، تبلیغ میں کوتاہی برتنا، شیطان کا فرشتے کی صورت میں سامنے آکر دھوکے میں مبتلا کر دینا یا وسوسہ ڈال کر ان کے دلوں پر قابض ہو جانا اور انبیاء اللہ تعالی کی طرف سے جن چیزوں کی خبر دیتے ہیں ان میں سے کسی خبر میں عمداً جھوٹ بولنا، یا کوئی شرعی حکم نازل شدہ صورت کے برخلاف عمداً بیان کرنا خواہ یہ بیان قول سے ہو یا فعل سے اور وہ قول خواہ خبر ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز۔

اس لیے اللہ تعالی نے بنی اکرم ﷺ کو حکم دیا کہ وہ پیغام رسالت پوری تندھی سے پہنچائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (22)
>
> (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم: جو کچھ آپ پر اور آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ سب آپ لوگوں تک پہنچا دیجئے، اگر آپ نے یہ نہ کیا تو آپ نے اللہ کا پیغام پہنچایا ہی نہیں اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے رکھے گا۔)

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

> وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ۭ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ۭ وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۭ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝١١٣ (23)
>
> (اور اگر آپ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ نے تو تہیہ کر لیا تھا کہ آپ کو بھٹکا کر رہیں گے، حالانکہ یہ بس اپنے ہی آپ کو بھٹکا رہے ہیں اور آپ کو کسی چیز میں بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت اتاری ہے اور آپ کو وہ سکھا دیا ہے جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بڑا ہی فضل ہے۔)

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ۙعــ38وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۙعــ39اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ
عــ40ۙوَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۙعــ41وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا
تَذَكَّرُوْنَ ۭعــ42تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ عــ43وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ 44
عــ ۙلَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۙعــ45ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ عــ46ڮ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ
اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ عــ47 (24)

(پھر میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو اور جنہیں تم نہیں دیکھتے ہو یہ (قرآن) کلام (الہٰی) ہے ایک معزز فرشتے کا لایا ہوا اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں تم بہت ہی کم ایمان لاتے ہو۔ یہ کلام پروردگار عالم کی طرف سے آیا ہوا ہے۔ اگر یہ پیغمبر ہمارے ذمے کچھ باتیں لگا دیتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے، پھر ہم ان کی رگ دل کاٹ ڈالتے پھر تم میں سے کوئی ان کو اس سے بچانے والا نہ ہوتا۔)

شرعی احکام کی تبلیغ اور رسالت سے متعلق امور میں انبیاء کو امور دینی حتمی طور پر صحیح پہنچانے کا مکلف بنایا گیا ہے اور غلطی کے جواز کی صورت میں مکمل سچائی اور صحت کے ساتھ ان امور کا پہنچانا ممکن نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو حکم دیا تھا، میں نے تمہیں وہی حکم دیا، اسمیں سے کوئی چیز نہیں چھوڑی اور اللہ تعالیٰ نے جس چیز سے تمہیں منع کیا تھا میں نے اس چیز سے تمہیں منع کیا اس میں سے میں نے کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ "ماترکت شیا مما امرکم اللہ بہ الا وقد امرتکم بہ ولا ترکت شیا مما نھاکم اللہ عنہ الا وقد نھیتکم عنہ۔"(25)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب سے فرمایا: عم محترم، خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں، اس غرض سے کہ میں اس کام کو چھوڑ دوں، تب بھی میں اس کو نہیں چھوڑوں گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو غالب کر دے، یا میں اس میں کام آجاؤں۔ (26)

ابنیاء کا تبلیغی امور میں عمداً جھوٹ بولنے سے محفوظ ہونا ضروری ہے۔ ابو اسحاق اور انکے مطابق رائے رکھنے والوں کے خیال میں معجزہ جس طرح سے انبیاء کے عمداً جھوٹ بولنے سے محفوظ رہنے پر دلالت کرتا ہے اسی طرح اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ بھول کر یا غلطی سے جھوٹ کے صدور سے بھی وہ محفوظ رہیں اس لیے کہ معجزہ اس تصدیق الٰہی کے قائم مقام ہوتا ہے کہ نبی میری طرف سے لوگوں کو جو کچھ پہنچاتا ہے اس میں وہ سچ بولتا ہے۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹ کا صدور جائز ہو تو معجزہ کی دلالت باطل ہو جائے گی اور یہ محال ہے انکے خیال میں معجزہ سچائی پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اس کی دلالت نبی کی صرف ان باتوں میں سچا ہونے پر ہوتی ہے جنہیں وہ اپنی دانست میں پورے استحضار اور بالقصد بیان کرے لیکن جو باتیں وہ بھول کر یا سبقت لسان سے بیان کرے، ان میں اس کے سچا ہونے پر معجزہ دلالت نہیں کرتا اس لیے بھول کر یا غلطی سے ان سے کذب کے صدور سے معجزہ کی دلالت باطل نہیں ہوتی۔ (27)

اس پر اعتراض کیا گیا ہے کہ اس صورت میں خبر بلاغی پر سننے والے کو اعتماد حاصل نہیں ہو گا اس لیے اس خبر کے بارے میں اس بات کا احتمال رہے گا کہ اس کا صدور بالقصد اور عمداً ہوا ہے یا بھول کر یا غلطی سے۔ پہلی صورت میں وہ خبر یقیناً سچی ہو گی۔ دوسری صورت میں صدق اور کذب دونوں ک احتمال ہو گا اس لیے کہ سننے والے کے پاس باطن سے آگاہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہوتی۔ چنانچہ غلطی کی صورت میں جب ہر خبر میں کذب کا احتمال ہو گا تو اس پر سے اعتماد اٹھ جائے گا اور اس

صورت میں معجزہ کسی خبر کی سچائی پر خصوصیت کے ساتھ دلیل نہ ہو گا۔ اگر وہ ہمیں ایسی بات کی سچائی کو بتا بھی دے جسے نبی نے بالقصد کہا ہو لیکن ایسی دلالت کا کوئی فائدہ اور نتیجہ نہیں۔ (28)

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جب نبی کی زبان سے غلطی سے کذب کا صدور ہو گا تو اس کے خلاف واقعہ ہونے پر ضرور تنبہ کی جائے گی اگر ایسی بات پر کوئی تنبیہ نہ کی گئی تو اس کے سچ ہونے پر دلیل ہو گی اس طرح اس سے اعتقاد نہیں اٹھے گا۔ (29)
نبی سے سہوا کذب کا صدور ممکن نہیں ہے کیونکہ تمام صحابہ کرامؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جو بات نکلتی اس کی تصدیق کرنے لگتے تھے۔

> كُنْتُ أَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ أَسْمَعُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيدُ حِفْظَهُ فَنَهَتْنِي قُرَيْشٌ وَقَالُوا أَتَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ تَسْمَعُهُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَرٌ يَتَكَلَّمُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا فَأَمْسَكْتُ عَنْ الْكِتَابِ فَذَكَرْتُ ذَلِکَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَوْمَأَ بِأُصْبُعِهِ إِلَى فِيهِ فَقَالَ اكْتُبْ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ ۔ (30)
>
> (حضرت عبد اللہ بن عمرو سے حدیث مروی ہے وہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں آپ سے جو کچھ سنتا ہوں وہ سب کچھ لکھ لیا کروں؟ فرمایا، ہاں۔ میں نے عرض کیا: کیا وہ سب بھی جو آپ خوشی و ناخوشی، رضامندی اور غصے کی حالت میں فرماتے ہیں؟ فرمایا: ہاں۔ اس لیے کہ میں ان حالتوں میں ہمیشہ حق بات ہی کہتا ہوں۔)

حالانکہ غصے کی حالت میں اس بات کا امکان رہتا ہے کہ کوئی غلطی یا سہو و نسیان سے نکل جائے مگر آپ نے اس کا استثناء نہیں فرمایا۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں:

> **”ما یتعلق بجمیع الشرائع والاحکام من اللہ تعالیٰ و اجمعوا علی انه لا یجوز علیهم التعریف والخیانة فی هذا الباب لا بالعمد ولا سهوا۔“ (31)**

اگر انبیاء علیہم السلام تبلیغی امور میں معصوم اور محفوظ نہ ہوتے تو بعثت اور اتباع رسول کا مقصد ہی فوت ہو جاتا اور دین کی عمارت شدید اضمحلال کا شکار ہو جائے۔ آج جو افراد یا گروہ مقام اور شان نبوت کے بارے میں انحرافی راہ اختیار کرتے ہیں اس کی بڑی وجہ ان کا عقیدہ عصمت انبیاء کا درست نہ ہونا ہے حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو وہی حکم دیا جو انہیں اللہ تعالیٰ نے دیا تھا۔ اس میں سے کوئی چیز چھوڑی نہیں اور جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا اس سے ہمیں روک دیا۔ پیغام رسالت اور ابلاغ دین میں معصومیت سہو کے مخالف نہیں اسی لیے تو فقہا اور متکلمین بعض تبلیغی افعال میں سہو کے صدور کے جواز کے قائل ہیں۔ ان کے خیال میں سہو کے نتیجے میں حکم شرعی مرتب ہوتا ہے کیونکہ قول کے مقابلے میں فعل کے ذریعے تبلیغ زیادہ واضح اور احتمال دور کرنے میں قوی ہوتی ہے تاہم اس پر اتفاق ہے کہ اس صورت میں انبیاء کو اس پر قائم نہیں رہنے دیا جاتا۔ انہیں فوراہی حکم صحیح بتایا جاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر کچھ بھولتے تھے تو ان کی یہ حالت نسیان بھی امت کو فائدہ پہنچانے والی ہوتی تھی کیونکہ تبلیغی امور میں کبھی بھی نبی کو نسیان یا سہو پر قائم نہیں رہنے دیا جاتا اسی لیے قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں۔

> **”ذهب الاکثر من الافقها ء والمتکلمین الی ان المخالفة فی الافعال البلاغیه والاحکام الشرعیه سهوا عن غیر قصد منه جائز علیه کما تقرر من احادیث**

> **السهوفی الصلوة۔۔۔ بل حالة النسیان والسهو ہنا فی حقه صلی الله علیه وسلم سبب افادة علم وتقریر شرع۔" (32)**
>
> **کما قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: انی لا نسی او النسی لاسن (33)**

(ب) عصمت عن الکفر:

جہاں تک انبیاء سے کفر کے صدور کا تعلق ہے تو اس بارے میں تین واضح موقف ہیں۔

ا۔ اہل سنت اور اکثر معتزلہ کا خیال ہے کہ انبیاء سے کفر کا صدور مطلقا محال ہے امن اور خوف دونوں حالتوں میں۔ (34)

۲۔ روافض اور اہل تشیع کا مسلک یہ ہے کہ اگر ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو تو کفر کا مطلق صدور اور اظہار جائز ہے۔ (35)

۳۔ تیسرا مسلک یہ ہے کہ کفر کا صدور انبیاء سے علی الطلاق ممکن ہے یہ خوارج میں فضیلہ اور ازارقہ کا مسلک ہے۔ (36)

قاضی عیاضؒ انبیاء کرام کے کفر سے محضوظ ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں:

> **و اجتمعت الامة علی عصمة صلی الله علیه وسلم و نزاهته عن مثل ہذا الرزیلة امّامن تمنیه ان ینزل علیه ومثل ہذا من مدح الہه غیر الله و ہو کفر او ان یتسو علیه الشیطن و یشیه علیه القرآن والاجماع عصمة صلی الله علیه وسلم من جریان الکفر علی قلبه اولسانه لا عمدا و لا سهوا۔ (37)**

زیادہ صحیح موقف اہل سنت اور معتزلہ کا ہے کہ انبیاء سے کفر کا صدور محال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو وحی اور شریعت کا امین بتایا ہوتا ہے اور کافر امین نہیں ہو سکتا۔ کافر اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کے دشمن ہیں۔ رسالت کا منصب عظیم ذمہ داری ہے اللہ اس کے لیے ایسے شخص کو کیسے چن سکتا ہے جس سے کفر کا ارتکاب ممکن ہو۔ انبیاء کو تو معبوث ہی کفر اور معصیت کے خاتمے کے لیے کیا جاتا ہے۔

(ج) عصمت عن الکبائر والصغائر:

کفر کے علاوہ معاصی کی دو اقسام ہیں صغیرہ اور کبیرہ[38] اس بارے میں ایک نکتہ نگاہ یہی ہے کہ انبیاء سے تبلیغی و غیرہ تبلیغی افعال میں معاصی کا ارتکاب محال ہے۔ امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں اس بارے میں پانچ مؤقف نقل کیے ہیں اور مطلق محال ہونے کی دلیل یہی ہے کہ اگر ان سے عمداً گناہ کا صدور ممکن ہو تو وہ اللہ کے منتخب کردہ برگزیدہ بندے نہیں رہیں گے۔ اس سے گناہ شیطان بہکاوے سے ہوتا ہے اور شیطان ان لوگوں کو بہکانے پر قادر نہیں ہوتا جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خاص کر لیا ہو۔

> **لَاُغْوِيَنَّہُمْ اَجْمَعِيْنَ ۙ 82 اِلَّا عِبَادَكَ مِنْہُمُ الْمُخْلَصِيْنَ 83 (39)**

(شیطان نے کہا) میں ان سب کو بہکاتا رہوں گا سوا ان کے جو تیرے خالص بندے ہیں۔

ملا علی قاریؒ شرح فقہ الاکبر میں لکھتے ہیں۔

> **(منزهون) ای معصومون (عن الکبائر والصغائر) ای من جمیع المعاصی (والکفر) خص لانه اکبر الکبائر ولکونه، سبحانه لا یغفر ان یشرک به ویغفر ما دون ذلک من یشاء۔ [40]**

یعنی انبیاء پاک اور معصوم ہوتے ہیں صغائر اور کبائر سے یعنی معاصی سے (اور کفر سے) کیونکہ کفر اکبر الکبائر ہے۔ اس بارے میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ (41)

اسی طرح قبیح افعال اور فواحش سے بھی معصوم ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ ۔ (42) اور اس سے مراد قتل، بدکاری، چوری، محصنات پر جھوٹا الزام لگانا، جادو اور میدان جنگ سے فرار، چغلی، مال یتیم اور سود کھانا، بندوں پر ظلم اور زمین پر فساد پھیلانا وغیرہ شامل ہے۔

جمہور کا مسلک یہ ہے کہ انبیاء سے صرف کبیرہ اور صغیرہ خسیہ کا عمداً صدور محال ہے۔ صغیرہ خسیہ کا ارتکاب ممکن ہے مگر عمداً نہیں اسی طرح کبیرہ و صغیرہ تمام معاصی کا صدور سہواً ہو سکتا ہے لیکن اس سہو پر انہیں قائم نہیں رہنے دیا جاتا۔

قاضی عیاضؒ اور الجبائی اس بات کے قائل ہیں کہ تبلیغی امور میں مطلق جھوٹ کے محال ہونے کے ساتھ ساتھ غیر تبلیغی امور میں عمداً سہواً یا غلطی سے جھوٹ کا صدور ممکن نہیں۔ وہ انبیاء سے عمداً معصیت کا صدور محال ہونے پر مزید استدلال کرتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا طرز عمل شاید ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اقوال کی طرح آپ کے افعال کی پیروی کرتے تھے۔ خواہ ان افعال کا رخ کسی طرف سے ہو اور کسی فن میں بھی ان کا وقوع ہوا ہو اتباع کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ جب آپ نے اپنی انگوٹھی اتار دی تو سب صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی انگوٹھیاں اتار دیں اس طرح حالت نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جوتا اتار دیا تو صحابہ نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی طرف رخ کر کے قضائے حاجت کرتے دیکھا تو اس سے صحابہ کے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے (یعنی قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے) رفع حاجت کے جواز کا استدلال کیا۔ اس کے علاوہ بہت سی چیزوں میں جو عبادت یا عادت کی قبیل سے ہیں صحابہ یہ کہہ کر استدلال کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک عورت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روزے کی حالت میں بوسہ لینے کا حکم معلوم کرنے آئی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اس کو یہ کیوں نہ بتلا دیا کہ میں حالت صوم میں بوسہ لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا: میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ کام کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک شخص کو یہ بات بتلائی گئی تو اس نے کہا کہ اللہ جو چاہے اپنے رسول کے لیے جائز کر دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سنا تو غصہ ہوئے اور فرمایا۔ میں تم میں اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا اور اس کے حدود کا سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔ ایسی بے شمار احادیث مروی ہیں جن سے استدلال کرتے ہوئے قاضی عیاضؒ سمجھتے ہیں کہ نبی کوئی کام اطاعت الہیٰ کے بغیر نہیں کر سکتے۔ اگر صحابہ سمجھتے کہ نبی ﷺ کوئی کام اطاعت الہی کے خلاف کر سکتے ہیں اور آپ سے معیت کا صدور ہو سکتا ہے تو یوں آپ کے تمام افعال کی اتباع نہ کرتے وہ لکھتے ہیں:

"والاثار فی ہذا اعظم من ان یحیط بها اللہ یعلم من معموعها علی القطع اتباعهم افعاله و اقتداوهم بها وتوجوزو علیه المخالفة فی شیء منها لما اتسق ہذا۔" (43)

شیخ عبد الغنی عبد الخالق لکھتے ہیں کہ کبیرہ اور صغیرہ خسیہ کا ارتکاب آدمی کو اس کے صحیح مقام سے گرا دیتا ہے اور اس کو لوگوں کی نظروں میں حقیر کر دیتا ہے ان کے دلوں میں نفرت پیدا کرتا ہے۔ انبیاء ان سے منزہ ہوتے ہیں کیونکہ نبوت ایک اعلیٰ

واشرف منصب ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ مخلوق اس کا از حد احترام واعزاز کرے اس بات پر تمام لوگوں کا اتفاق ہے اس کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔ (44) قرآن مجید کی درج ذیل آیات اس پر دلیل ہیں۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَاۗءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاۗءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (45)

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَاۗءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (46)

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (47)

حاصل یہ ہے کہ کبیرہ اور صغیرہ خسیہ کا عملا صدور دو مستقل پہلووں سے حقارت اور نفرت کا موجب ہوتا ہے۔ اول بذات خود وہ فعل اور دوم عصیان اور ان وجہ سے عتاب الہی کا ہونا۔ پہلی صورت کا تعلق ان کے سہوا صدور سے ہوتا ہے اور دوسری صورت صغیرہ غیر خسیہ کے عمدا صدور سے وجود میں آتی ہے۔ البتہ صغیرہ غیر خسیہ خببہ کے سہوا صدور میں دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت نہیں پائی جاتی نہ تو اس فعل میں بذات خود کوئی خست ہے اور نہ اس پر کوئی عتاب لازم آتا ہے۔ (48)

جہاں تک کبائر کا تعلق ہے تو قرآن مجید میں کئی مقامات پر ایسی آیات ملتی ہیں جس میں انبیاء کے ساتھ لفظ ذنب کا استعمال کیا گیا ہے۔ عام لوگوں نے "ذنب" کا لفظ انبیاء کے لیے قرآن میں دیکھا تو خیال کرنے لگے کہ ذنب سے مراد معاذ اللہ گناہ ہے اور یہ لوگ یہ سمجھنے لگے کہ بعض موقعوں پر انبیاء بھی مغلوب النفس ہو جایا کرتے تھے۔ یہ گمراہی کی حد تک لے جانے والی غلط فہمی ہے وہ یہ نہیں سمجھ سکے کہ جو امر ایک شخص کی نسبت سے جرم کبیرہ ہو سکتا ہے وہ امر دوسرے کی نسبت تحسین وآفرین کا موجب ہو۔ انبیا علہیم السلام کا اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طالب ہونا فی الحقیقت کسی ایسے گناہ کی بابت نہیں جس کا ارتکاب دیگر عوام کیا کرتے تھے بلکہ وہ ایسے دقیق امور روحانیہ کی بابت استغفار کیا کرتے تھے جن کا سمجھنا ہماری عقلوں سے بالاتر ہے۔ کیونکہ وہ امور محض ذوق ووجدان سے تعلق رکھتے ہیں جن سے ہم لوگ قاصر ہیں۔ سو ان کے ذنوب کو ہمیں اپنے ذنوب پر قیاس کرنا صحیح نہیں حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید ہیں ارشاد ہے۔

وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ١٢١ 49

اس کے بارے میں اکثر علماء کا یہی خیال ہے کہ یہ نبوت سے قبل کا معاملہ تھا یا یہ کہ یہ معصیت نہیں بلکہ حکم نہ ماننا تھا۔ 50 اسی لیے تو ارشاد باری تعالی ہے:

ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ١٢٢ 51

السید السابق لکھتے ہیں کہ:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَي الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۥ وَاغْفِرْ لَنَا ۥ وَارْحَمْنَا ۥ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَي الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ٢٨٦ (52)

اس بات کی دلیل ہے کہ ان سے یہ کام بھول کر وقوع پذیر ہوا اور غیر ارادی طور پر۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ١١٥ (53)

یعنی آدم علیہ السلام اللہ کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو بھول گئے اور اس کے مرتکب ہوئے جس درخت میں سے کھانے سے منع کیا گیا تھا۔ لیکن جس کام سے انہیں منع کیا گیا اس کے ارتکاب کا عذر ان میں نہیں تھا اور انھوں نے نہ ہی معصیت کا ارادہ کیا تھا اور اس کے لیے نہ ہی ان کا مواخذہ کیا گیا۔ (54)

مختلف تفاسیر میں مفسرین کی یہ رائے ہے کہ انبیاء کرام خصوصاً آخر الانبیاء کے لیے جہاں قرآن مجید میں ذنب کا لفظ استعمال ہوا ہے وہاں ذنب سے مراد گناہ نہیں بلکہ الزام ہے۔ آیت مبارکہ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ (55) سے مراد وہ الزامات ہیں جو کفار مکہ آپ پر لگایا کرتے تھے اور فتح مبین کے بعد واقعتاً وہ سارے الزامات جو قبل از ہجرت اور بعد از ہجرت آپ کے دشمن آپ پر عائد کرتے تھے نیست و نابود ہو گئے۔ (56)

شیخ عبد الغنی عبد الخالق کی تحقیق یہ ہے کہ وہ روایت جن میں انبیاء کی جانب معصیت کے صدور کی نسبت یا توبہ و استغفار مذکور ہے اگر تو وہ خبر احاد سے ہیں تو وہ ناقابل قبول ہیں۔ اگر قرآن مجید یا سنت متواترہ سے ثابت ہیں تو انہیں سہو و نسیان، غلطی لغزش یا ترک اولی یا بعثت سے قبل صدور اور اسی قسم کی دیگر تاویلات پر محمول کیا جائے گا۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں تمام معتبر علماء کرام نے وضاحت کی ہے۔ (57)

بعثت سے قبل عصمت انبیاء

نبوت کے بعد ارتکاب کفر سے تو انبیاء محفوظ ہوتے ہیں لیکن وہ نبوت سے پہلے بھی کفر کے صدور سے محفوظ رہتے ہیں۔ نبوت کی شرط یہی ہے کہ انبیاء یا حاملین نبوت قبل و بعد کفر سے محفوظ ہوں۔

امام رازیؒ لکھتے ہیں:

انبیاء کے بعثت سے قبل کفر اور کبائر کے ارتکاب سے محفوظ رہنے کے بارے میں تین نظریات ہیں۔

(1) روافض کا نظریہ کہ انبیاء پیدائش ہی سے معصوم ہوتے ہیں۔

(2) دوسرا یہ کہ معصوم تو وہ بلوغت کے وقت سے قرار پاتے ہیں لیکن نبوت سے قبل بھی ان سے کبیرہ و کفر کا ارتکاب ممکن نہیں یہ اکثر معتزلہ کا نظریہ ہے۔

(3) وہ نبوت سے قبل معصوم قرار پاتے ہیں یہ ہمارے اصحاب اور معتزلہ میں ابو الہذیل اور ابو علی وغیرہ کا نقطہ نظر ہے۔ (58)

نزول وحی سے قبل انبیاء سے کبیرہ و کفر کا صدور محال ہے اگرچہ اس پر کوئی دلیل نہیں لیکن صحیح بات یہی کہ نزول وحی سے قبل انبیاء سے کبیرہ کا صدور بھی محال ہے۔ بہت سے علماء حشویہ کے در میں یہ دلیل لاتے ہیں:

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى Ą ۝ (59)

(آپ کے صاحب نہ گمراہ ہوئے نہ بھٹکے)

جہاں تک شرک کا تعلق ہے اس سے انبیاء کے محفوظ رہنے کی دلیل بھی ہے کہ قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر طرح کے بہتان تراشے دوسرے انبیاء کی قوموں نے بھی الزامات لگائے لیکن کسی نے کبھی بھی یہ الزام نہیں لگایا کہ فلاں نبی نے کچھ دن ہی یا کبھی ان کے معبودان باطل کی پرستش کی تھی اب وہ ان کاموں کو چھوڑنے کی دعوت دے رہا ہے جنہیں وہ خود کر چکا ہے۔ اگر کسی نبی یا نبی آخر الزمان نے کسی ایسی چیز کو چھوڑنے کی دعوت دی ہوتی جس پر وہ کبھی بھی عامل رہ چکے تھے تو ان کے دشمن کبھی خاموش نہ رہتے جیسا کہ کفار مشرکین تحویل قبلہ کے وقت خاموش نہ رہ تھے۔

مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ۭ (60)

یا حضرت زینبؓ سے نکاح کے وقت مشرکین و منافقین نے اعتراضات کا طوفان اٹھایا تھا آپ کے بدترین دشمن بھی آپ پر اس سے بڑھ کر الزام نہ لگا سکے کہ اس شخص نے اپنے باپ داد کا مذہب چھوڑ دیا ہے اور تمام انبیاء کے دشمن بھی ان کے بارے میں یہی کہا کرتے تھے۔

حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مکہ میں تانبے کا ایک بت تھا جس کو لوگ ءاساف ونائلہ کہتے تھے۔ مشرک جب طواف کرتے تو تبرکا اس کو ہاتھ لگاتے تھے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کیا میں بھی آپ کے ساتھ تھا جب میں اس بت کے پاس سے گزرا تو حسب دستور میں نے بھی اس کو ہاتھ لگایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> **"لا تمسها فعلت لاعورن حتى ابصر ما يقول ثم مستها"** (61)
>
> اس کو ہاتھ نہ لگانا، میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں ضرور ہاتھ لگا کر رہوں گا۔ دیکھوں تو کیا ہوتا ہے؟ چنانچہ میں نے اس کو ہاتھ لگایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "الم تنہ عن ہذا" "کیا تم باز نہیں آو گے"

حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

> **قال فو الذى اكرمه و انزل عليه الكتاب۔ ما مس منہا حينما حتى اكرمه الله انزل عليه الكتاب۔** (62)
>
> قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے سرفراز کیا اور آپ پر قرآن نازل فرمایا، آپ نے کبھی کسی بت کو نبوت سے پہلے ہاتھ نہیں لگایا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن نازل فرمایا۔

انبیاء سے بعثت سے قبل کفر وشرک کا ارتکاب کیسے ممکن ہے۔ کہ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ انبیاء بعثت سے قبل بھی معصوم ہوتے ہیں وہ یہ دلیل دیتے ہیں کفر و معصیت کا ارتکاب لوگوں کے دلوں میں نفرت و حقارت پیدا کر دیتا ہے اہل سنت والجماعت کے نزدیک یہ دلیل درست نہیں کیونکہ مشاہدے کی بات ہے دلوں کا حال بدلنے کے بعد معاملہ بھی بر عکس ہو جاتا ہے۔

جمہور کے نزدیک یہ جائز ہے کہ حق تعالیٰ ایک شخص کو ضلالت سے نکال کر ہدایت کی منزل تک پہنچا دے اور اسے مرتبہ نبوت پر فائز فرمادے لیکن ازروئے نقل و دلیل سماعی یہ ہے کہ یہ جائز چیز کبھی واقع نہیں ہوئی بلکہ تمام انبیاء قبل از نبوت بھی خدا اور اس کی صفات میں واقفیت اور شک وشبہ سے معصوم ہیں اور اسی طرح قبل از نبوت اور بعد از نبوت کفر و معصیت کرنے یا ایسے افعال کرنے سے جن سے نفرت پیدا ہوا محفوظ و معصوم ہیں۔

اجتہاد میں غلطی سے انبیاء کا محفوظ ہونا

گذشتہ صفحات میں اس بات کا ذکر کیا جا چکا ہے کہ بعض علماء نے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے مکلف ہونے کا انکار کیا اور فقہا کی اکثریت نے اسے جائز قرار دیا ہے۔

بعض لوگوں کے خیال میں انبیاء سے اجتہاد میں غلطی سرزد نہیں ہو سکتی اس لیے کہ جب اجتہاد ہی نہیں ہو گا تو غلطی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور بعض لوگ خواہ وہ انبیاء کے اجتہاد کے مکلف ہونے کے قائل ہوں یا نہ ہوں دو گروہوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں ان میں سے ایک گروہ تمام مجتہدین کے اجتہاد کو درست قرار دیتا ہے اور دوسرا گروہ اجتہاد میں غلطی کا صدور ممکن بتاتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مصّوبہ (یعنی مجتہدین کے اجتہاد کو درست قرار دینے والے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجتہاد میں غلطی کے صدور کو ناممکن قرار دیتے ہیں اور مخطۃ (یعنی مجتہدین سے اجتہاد میں غلطی کا صدور ممکن قرار دینے والے) کے اس بارے میں دو مسلک ہیں:

پہلا مسلک یہ ہے کہ انبیاء سے اجتہاد میں غلطی کا صدور ناممکن ہے، اکثر علماء امام رازیؒ، بیضاویؒ اور تاج الدین سبکی نے بھی ہی مسلک اختیار کیا ہے۔(63) امام شافعیؒ نے کتاب الام میں متعدد مقامات پر اس کی صراحت فرمائی ہے(64) اور روافض کا مسلک بھی یہی ہے۔(65)

دوسرا مسلک یہ ہے کہ انبیاء سے اجتہاد میں غلطی کا صدور ممکن ہے۔ یہ اکثر حنیفہ کا قول ہے۔(66) علامہ آمدی کے مطابق یہ ہمارے اکثر اصحاب شافعیہ حنابلہ، اصحاب حدیث اور معتزلہ کی ایک جماعت کا مسلک ہے۔(67)

جو لوگ اجتہاد میں غلطی کو جائز قرار دیتے ہیں وہ اس بات پر متفق ہیں کہ اگر انبیاء سے اجتہاد میں غلطی ہو جائے تو ان کو اس پر قائم نہیں رہنے دیا جاتا بلکہ اس کے لیے تنبیہ ناگزیر ہے۔(68) لیکن بعض لوگوں نے انبیاء سے غلطی سرزد ہونے کا انکار کیا ہے(69)

بعض لوگوں نے اجتہاد میں غلطی کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور بقیہ تمام انبیاء میں فرق کیا ہے۔

ابن قاسمؒ کا خیال ہے کہ بعض علماء نے بقیہ تمام انبیاء سے غلطی سرزد ہونے ان کے اس پر قائم رہنے اور ان کو اس پر تنبیہ نہ ہونا کو جائز قرار دیا ہے۔(70) شارح الروض الانف کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے غلطی کا صدور ممکن نہیں اس لیے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا جو آپ کی غلطی کی اصلاح کرے، اس کے برخلاف دوسرے انبیاء کے بعد چونکہ نبی آئے اس لیے ان سے غلطی کا صدور ممکن ہے۔(71)

شیخ عبد الغنی عبد الخالق فرماتے ہیں کہ ہماری تحقیق کے مطابق وہ مسلک جس میں ہمارے نبی اور دوسرے انبیاء کے درمیان فرق بتایا گیا ہے جو ان کے کلام سے سمجھ میں آتا ہے اگرچہ ہمیں اس کی کوئی دلیل نہیں ملی اروض الانف کے شارح نے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کے درمیان فرق کی جو علت بیان کی ہے وہ ہمارے مطابق درست نہیں ہے اور نہ ہی وہ علت جو ابن قاسم سمجھتے ہیں صحیح ہے۔(72)

جو لوگ انبیاء کے اجتہاد میں غلطی کا صدور ممکن ہونے کے قائل ہیں وہ لوگ مختلف دلائل سے استدلال کرتے ہیں۔ انکے خیال میں غلطی ممکن ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اجتہاد ایک ظنی دلیل ہے۔ کیونکہ قطعی امور میں اجتہاد نہیں ہوتا اور ظنی کا نتیجہ حتمی طور پر ظنی ہو گا اور جب اجتہاد کا حکم ظنی ہو گا تو لامحالہ اس میں غلطی کا احتمال ہو گا اور جب اجتہاد کے حکم میں غلطی کا احتمال موجود ہے تو ہم لازمی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ اجتہاد میں ہر مجتہد سے غلطی ہو سکتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اجتہاد جائز ہے تو لازمی طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے اجتہاد میں غلطی ہو سکتی ہے۔(73)

اگر کوئی یہ دلیل دیتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حکم کی حجت کا یقین ہوتا تھا اس یقین کا سبب یہ ہے کہ اس اجتہاد کے ساتھ بعض دوسری چیزیں بھی شامل ہوتی ہیں جیسے الہام یا بہت سی اکٹھی علامات کا پیدا ہونا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے صحیح حکم تک پہنچنے کی توفیق ملنا وغیرہ۔

تو اس کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ الہام خود مستقل وحی ہے۔ جو مفید یقین ہوتا ہے اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ الہام کے ساتھ ساتھ آپ نے اجتہاد کیا تو یہ اجتہاد صرف مفید ظن ہو گا اور اس وقت اس الہام سے جو اجتہاد صرف مفید ظن ہو

گا اور اس وقت اس الہام سے جو اجتہاد کے ساتھ شامل تھا غلطی کا احتمال ختم ہو گا۔ اگر الہام اجتہاد کے عمل کے بعد ہو تو ظاہر ہے کہ کہ غلطی کا احتمال اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک کہ الہام نہ ہو یا اللہ تعالی اس احتمال کو ختم کر دے۔ (74)

ابنیاء سے اجتہاد میں غلطی کو جائز قرار دینے والے مصنفین نے بعض دلائل سے بھی استدلال کیا ہے۔ جو درج ذیل ہیں:

پہلی دلیل یہ ارشاد باری تعالی ہے۔ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ (75) (یعنی اللہ تعالی آپ کو معاف کرے، آپ نے ان کو کیوں اجازت دی)" مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰي حَتّٰي يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ " (76) (یعنی نبی کی شان کے لائق نہیں کہ اس کے قیدی باقی رہیں یہاں تک کہ وہ زمین میں خون ریزی کرے) اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آسمان سے عذاب نازل ہوتا تو عمر کے علاوہ اس میں کوئی نہ بچتا یہ آپ نے اس لیے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بدر کے قیدیوں کو قتل کرنے کا مشورہ دیا تھا اور ان کے علاوہ دوسروں نے فدیہ لے کر ان کو چھوڑنے کی رائے ظاہر کی تھی۔

پہلی روایت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات پر عتاب کیا ہے کہ آپ نے منافقین کو غزوہ تبوک میں نہ جانے کی اجازت دے دی تھی دوسری دو آیتوں میں بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے کے سبب آپ پر عتاب کیا گیا۔ عتاب غلطی پر ہوتا ہے اور غلطی ان چیزوں میں نہیں ہو سکتی جو نبی پر نازل کی گئی ہوں اور نہ اس سے مراد ان چیزوں میں غلطی ہے جن کا تعلق خواہش نفس سے ہوتا ہے کیونکہ نبی تبلیغی امور میں غلطی اور خواہش نفس سے محفوظ ہوتا ہے اس لیے یہ بات متعین ہو گئی کہ آپ پر عتاب آپ سے صادر ہونے والے اجتہاد میں غلطی کے سبب ہوا۔ (77)

گذشتہ صفحات میں ان آیات پر بحث کے دوران یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ ان ایات میں سرے سے عتاب ہے ہی نہیں اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ عتاب ہے تو یہ عتاب خلاف اولی اختیار کرنے پر ہے اجتہاد میں غلطی کے سبب نہیں نص کے ذریعے کوئی حکم جاننے کے بعد مکلف کے اختیار کو اجتہاد نہیں کہا جاتا۔ اس لیے غلطی آپ سے اجتہاد میں نہیں ہوئی بلکہ انتخاب میں ہوئی تھی یہ درست نہیں کہ عتاب اجتہاد پر دلالت کرے اجتہاد سرے سے واقع ہی نہیں ہوا کیونکہ مجتہد خواہ حق پر ہو یا غلطی پر ہر حال میں ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ پھر ثواب اور عتاب دونوں کیسے جمع ہو سکتے ہیں۔ (78)

دوسری دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے:

> "إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَ إِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ فَأَقْضِيَ لَهُ عَلَى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ مِنْهُ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ بِشَيْءٍ فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنْ النَّارِ" (79)
>
> (میں انسان ہی تو ہوں، تم لوگ اپنے جھگڑے میرے پاس فیصلہ کرانے کے لیے لاتے ہو۔ ممکن ہے تم میں سے کوئی اپنی دلیل کو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ وضاحت، صفائی اور فہم و فراست سے پیش کرے اور میں اسی طرح اس کے حق میں فیصلہ کر دوں جس طرح میں اس سے سنوں، تو اس صورت میں اگر میں کسی کو اس کے بھائی کے حق میں کوئی چیز دینے کا فیصلہ کروں (اور وہ جانتا ہو کہ یہ اس کا حق نہیں ہے) تو وہ اس سے کچھ نہ لے کیونکہ میں آگ کا ایک ٹکڑا اسے دے رہا ہوں۔)

یہ حدیث بتلاتی ہے کہ آپ کبھی ایسا فیصلہ بھی کر سکتے ہیں جو حق نہ ہو اور کبھی آپ سے بھی باطن کا حال مخفی رہ سکتا ہے۔ (80) اسکا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث بتاتی ہے کہ خصومات کا فیصلہ کرنے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے غلطی سرزد

ہو سکتی ہے لیکن یہاں گفتگو احکامات کے بارے میں ہے(81) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حکم شرعی میں بھی غلطی ہو سکتی ہے۔(82)

تیسری دلیل یہ ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجتہاد میں غلطی ناممکن ہو تو اس کے دو سبب ہو سکتے ہیں۔ یا تو آپ کی ذات کے سبب سے ہو یا خارج میں کوئی مانع ہو جس کی وجہ سے آپ سے غلطی کا صدور نہ ہو سکتا ہو یہ دوسرا قضیہ اپنی جگہ دو قسموں کے ساتھ باطل ہے پہلی قسم اس لیے باطل ہے کہ آپ کی ذات سے غلطی کا صدور ممکن ہے اگر ہم فرض کر لیں کہ آپ سے غلطی کا صدور ہو سکتا ہے تو اس سے آپ کی ذات کے لیے کوئی عقلی طور پر محال بات لازم نہیں آئے گی دوسری قسم اس لیے باطل ہے کہ خارج میں کسی مانع کا نہ ہونا اصل ہے جب آپ کی قدرت سے غلطی کا صدور ممکن ہے اور کوئی مانع بھی نہیں ہے تو غلطی کا صدور محال ہوا اور جواز ثابت ہو گیا۔(83)

اس دلیل پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ جواز ثابت کرنے کے لیے اس سے کسی مانع کے وجود کا نہ ہونا کافی نہیں ہے بلکہ کسی ایسی چیز کا موجود ہونا ضروری ہے جو اس کے جواز کی متقاضی ہو۔(84)

سعد الدین تفتازانیؒ (٣٥٦ھ) نے کہا ہے کہ یہاں ایک مانع موجود ہے اور وہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بلند مرتبہ کمال، عقل، وقت وذکاوت و فہم۔(85) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عقلی صلاحتیں تمام انسانوں کی عقلی صلاحیتوں سے بڑھ کر ہیں۔ یہ چیز آپ سے غلطی سرزد ہونے سے مانع ہے۔(86)

اجتہاد میں غلطی کے انکار کے دلائل:

اجتہاد میں غلطی کے منکرین نے پہلا استدلال یہ کیا کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجتہاد میں غلطی کا صدور جائز ہوتا تو ہمارا غلط حکم کا مامور ہونا جائز ہوتا اس سے جو بات لازم آتی ہے وہ واضح طور پر باطل ہے ان کے درمیان تلازم کی توضیح یہ ہے کہ اللہ تعالی کے ارشادات کے مطابق ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اتباع کے مامور ہیں:

> فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰي يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ؁65 (87)
>
> (پس آپ کے پروردگار کی قسم ہے کہ یہ لوگ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک یہ لوگ اس جھگڑے میں جو ان کے آپس میں ہو آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں پھر جو فیصلہ آپ کر دیں اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں بلکہ اس کو پورا پورا تسلیم کر لیں)

اگر اپنے اجتہاد سے آپ جس نتیجے پر پہنچیں وہ غلط ہو تو اس کا مطلب ہوا کہ ہمیں آپکے بتلائے ہوئے غلط حکم پر بھی عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔(88)

شیخ عبد الغنی عبد الخالق اپنی کتاب میں اس دلیل پر مختلف علماء کی آراء کا خلاصہ یہ بیان کرتے ہیں کہ پوری امت کو کسی غلط حکم کی پیروی کا حکم اس مفہوم میں نہیں دیا جا سکتا کہ وہ ان پر حجت ہو ان پر لازم ہو اور انکار کی کوئی گنجائش نہ ہو۔ خواہ اس کا انکار کرنے والے اس کے انکار کی کتنی ہی کوشش کریں اس کے عدم جواز سے تین باتوں میں سے کوئی ایک بات لازم آتی ہے یا تو اجتہاد بالکل جائز نہ ہو یا اجتہاد جائز ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطا سے محفوظ ہوں۔ یا اجتہاد کے جواز اور عدم جواز کے ساتھ غلطی کا صدور بھی جائز ہو اس شرط کے ساتھ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر قائم نہ رہیں۔ پہلی اور دوسری صورت کو اختیار نہیں کیا جا سکتا اس لیے تیسری صورت کو اختیار کرنا ہی متعین ہو گا۔(89)

دوسرا استدلال یہ ہے کہ جب کسی اجتہاد سے مستنبط حکم پر امت کا اجماع ہو جائے تو امت کا اجماع غلطی سے محفوظ ہو گا، امت کو یہ شرف امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شرف کے حصول کے زیادہ مستحق ہیں۔(90)

اس دلیل پر کئی اعتراض کئے گئے ہیں ان میں سے ایک اعتراض جسے علامہ آمدی اور دوسرے مصنفین نے ذکر کیا ہے وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت یہ ہے کہ مخلوق میں آپ کو سب سے اعلی مرتبہ حاصل ہے وہ رتبہ نبوت ہے اور اہل اجماع کو درجہ عصمت اس لیے حاصل ہوتا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف انتساب رکھتے ہیں۔ آپکا اتباع کرتے ہیں آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور جس چیز کی آپ نے ممانعت کی ہے اس سے بچتے ہیں ان سب صفات کا آپ کے ساتھ خاص ہونا درجہ عصمت میں آپ کی افضلیت کی نفی کرتا ہے اس لیے آپ اس سے اعلی منصب پر فائز ہونے کی وجہ سے اس سے بے نیاز ہیں اس کے علاوہ آپ کو وحی کا شرف بھی حاصل ہے، جس سے اجتہاد میں غلطی کی صورت میں آپ کو درست بات سے آگاہ کیا جاتا ہے۔

اہل اجماع کے لیے عصمت ثابت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ آپ سے زیادہ بلند درجہ پر فائز ہیں اس لیے کہ انھیں یہ مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت حاصل ہوا ہے اس لیے یہ فضیلت آپ ہی کی طرف لوٹتی ہے۔ مثال کے طور پر قضاء کا مرتبہ امام کو حاصل نہیں ہوتا اور امامت کا مرتبہ سلطان کو حاصل نہیں ہوتا لیکن اس سے ان کے مرتبہ میں کوئی کمی نہیں آتی اسی طرح یہاں بھی ہے۔(91)

تیسرا استدلال یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے غلطی کا صدور جائز ہو تو آپ کے ارشادات میں یہ شک پیدا کرے گا کہ وہ درست ہیں یا غلط اس سے مقصود بعثت میں خلل پیدا ہو جائے گا، حالانکہ آپ کی بعثت کا مقصد یہ ہے کہ آپ جس چیز کے بارے میں فرمائیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو اس پر اعتماد کیا جائے۔(92)

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ ہم پر تسلیم نہیں کرتے کہ اجتہاد میں غلطی کو جائز قرار دینا آپ کے ارشادات میں شک کا موجب ہو گا، اس لیے کہ تقرر الٰہی (اللہ تعالی کی طرف سے غلطی پر تنبیہ اور اس پر آپ کو قائم نہ رہنے دینا) اس شک کو ختم کرنے والی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد سے پیدا ہونے والا حکم حجت ہے، اس پر عمل کرنا ضروری ہے اور کسی کے لیے انکار کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اور یہ چیز کسی حال میں بھی اس میں شک کے ساتھ یکجا نہیں ہو سکتی۔(93)

چھوتھا استدلال یہ ہے کہ اجتہاد میں غلطی کا صدور نبوت کے منافی ہے اور ہر وہ چیز جو نبوت کے منافی ہو اس سے انبیاء کا منزہ رہنا ضروری ہے۔(94)

اجتہاد میں غلطی منصب نبوت کے لیے نص کیسے ہو سکتی ہے؟ آپ کے لیے اس کا ثبوت بحیثیت نبی نہیں ہے بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ آپ ایک مجتہد ہیں جس نے ایک ظنی دلیل سے حکم مستنبط کرنے کے لیے پوری کوشش صرف کی ہے اور کوشش و محنت کرنے والا تعریف کا مستحق ہوتا ہے اور اجر وصول کرتا ہے خواہ اسے مطلب حاصل نہ ہو اگر بغیر کسی دلیل کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد میں غلطی کو نقص ہونے کا دعوی کیا جاتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسے بہت سارے امور سے جن کی انسانی طبیعت متقاضی ہے منزہ قرار دینا جائز ہو گا اس لیے یہ استدلال مناسب نہیں۔(95)

پانچواں استدلال یہ ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے غلطی کا صدور جائز ہو تو اس سے لازم آئے گا کہ بعض مجتہدین ، صحیح استنباط حکم کی حالت میں آپ سے غلطی سرزد ہونے کی حالت میں آپ سے زیادہ کامل ہوں گے حالانکہ جو بات اس مفروضہ سے لازم آرہی ہے وہ باطل ہے۔ (96)

اس کے جواب میں شیخ عبد الغنی عبد الخالق لکھتے ہیں کہ مجتہدین نے ایک حکم میں صحیح اجتہاد کیا ہے اس سے بھی دوسرے احکام مستنبط کرتے وقت غلطی ہو سکتی ہے۔ یہ مجتہد اپنے اجتہاد سے اتفاقا صحیح حکم تک پہنچ گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی صحیح حکم تک پہنچنا ممکن ہے۔ آپ سے کسی ایک مسئلے میں اتفاقا غلط سرزد ہو گئی، اجتہاد کی حیثیت سے تو دونوں برابر ہوئے، اگرچہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کی جہت سے زیادہ کامل ہیں اور اس جہت سے آپ سے غلطی سرزد بھی نہیں ہوئی بلکہ اجتہاد کی حیثیت میں آپ سے غلطی سرزد ہوئی اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے مجتہد برابر ہیں۔ (97)

اگر یہ تسلیم بھی کر لیں کہ مجتہد کے صحیح اجتہاد کرنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے غلطی سرزد ہونے سے مجتہد کو فضیلت حاصل ہو گئی تو یہ ایک جزئی فضیلت ہے اور جزئی فضیلت کلی فضیلت کے منافی نہیں ہے غزوہ بدر کے قیدیوں کے مسئلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فضیلت حاصل ہو گئی تھی۔ اس حیثیت سے کہ انھوں نے ان قیدیوں کو قتل کرنے کا مشورہ دیا تھا، جو عزیمت ہے اس کے برخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کے ان قیدیوں سے فدیہ لے کر چھوڑ دینے کے مشورے کو قبول فرمایا جو رخصت اور خلاف اولی ہے۔ (98) پھر تابیر نخل کے واقعہ میں آپ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ تم دینوی امور کا مجھ سے زیادہ علم رکھتے ہو اور پھر آپ کا ارشاد جو آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ تم دونوں بھی رائے دو، کیونکہ جن چیزوں کے بارے میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی میں بھی تم دونوں ہی جیسا ہوں۔ (99) پھر اس واقعہ کو بھی دیکھیں کہ غزوہ احزاب کے موقع پر مدینہ کے پھلوں کی نصف پیداوار مشرکین کو دینے کے بارے میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور سعد بن عبادہ سے مشورہ کیا تھا تاکہ وہ مدینہ سے واپس چلے جائیں تو انھوں نے کہا تھا کہ اگر یہ فیصلہ وحی پر مبنی ہے تو ہمارا سر تسلیم خم ہے، اگر یہ فیصلہ صرف آپ کی رائے سے ہے تو پھر ہم ان کا شمشیر ہی سے مقابلہ کریں گے ہم اور وہ جاہلیت کے دور سے گزر چکے ہیں اس قوت ہمارا کوئی دین تھا نہ انکا اس وقت تو یہ سوائے خریدنے یا خیانت کے، مدینہ کے پھلوں کی طمع نہ رکھتے تھے، اب جبکہ اللہ نے ہمیں دین کے ذریعے عزت بخشی ہے تو کیا ہم ان کے ساتھ دب کر ذلت سے صلح کر لیں؟ ہرگز نہیں اب ہمارے اور ان کے درمیان صرف تلوار فیصلہ کرے گی، بالآخر آپ نے ان کی رائے قبول فرمالی۔ (100)

یہ اور اس جیسے دوسرے واقعات بتاتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے مقابلے میں دوسروں کی رائے بھی درست ہو سکتی ہے اگرچہ اس رائے کا درست ہونا کلی احکام کے استنباط میں نہ تھا تاہم یہ دوسرے شخص کی فضیلت کا موجب ضرور بنی لیکن اس کے باوجود کوئی شخص اس بات کا قائل نہیں اس خاص جہت میں اس دوسرے شخص کی فضیلت مخلوق میں سب سے افضل خاتم الانبیاء پر کلی طور پر اس کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ (101)

چھٹا استدلال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کا مطلب احکام وضع کرنا ہے وہ بمنزلہ شریعت کی تبلیغ اور تشریع کے ہے۔ چنانچہ جس طرح آپ سے تبلیغ میں غلطی کا صدور جائز نہیں اسی طرح اجتہاد میں بھی جائز نہیں۔ (102)

اگر اس سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد اس حیثیت سے احکام وضع کرنا ہے کہ اس میں تقرر الہی کا اعتبار نہیں ہے تو ہم اسے تسلیم نہیں کرتے اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ اس وضع حکم میں تقریر الہی شامل ہے تو یہ برحق

ہے اور اس حالت میں یہ بھی آپ کے لیے غلطی کو جائز قرار نہیں دیتے، کیونکہ اس کے ساتھ اب تقریر الٰہی بھی شامل ہو گئی ہے۔(103)

یہ بات ثابت ہو گئی کہ تشریع احکام در حقیقت تقریر الٰہی ہی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ مراد الٰہی سے دور چلا جائے البتہ یہ ممکن ہے کہ وہ اعلی ترین کو چھوڑ کر اعلی تر کو اختیار کرے۔ لیکن اگر نبی ایسا بھی کرتا ہے تو اعلیٰ تر کو اختیار کرنے پر تنبیہ ہو جاتی ہے غزوہ بدر میں قیدیوں کو معاف کر دینا اس وقت کے لحاظ سے اعلی ترین بات نہیں تھی لیکن یہ خطا کی بات بھی نہیں ہے اور نہ ہی نبی کی عصمت کے خلاف ہے۔ اگر معاف کرنا نبی کے لیے خطا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر عام معافی کا ااعلان نہ کرتے اور نہ فرماتے: لاتثریب علیکم الیوم

فتح مکہ کے موقع پر معافی کا اعلان کرنے پر تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ نہیں نازل ہوئی سن دو ہجری اور آٹھ ہجری میں وقت اور حالات کا فرق ہے دو ہجری میں معاف کرنا وقت کے لحاظ سے اعلی ترین نہیں تھا جبکہ فتح مکہ کے موقع پر یہی بہتر تھا۔ واللہ اعلم

اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء کرام کو شرک وضلالت سے بچایا خواہشات نفسانی کی پرستش سے محفوظ رکھا ہے۔ فسق وفجور اور معصیت سے پاک رکھا اور اللہ تعالیٰ نے نبوت کے لیے ان نفوس قدسیہ کو منتخب فرمایا جو حسب و نسب کے اعتبار سے اشرف، اخلاق کے افضل، علم کے ذخائر وافر رکھنے والے اور حد درجہ امین، نہایت محفوظ دلائل کے مالک اور ذہانت وفطانت کے بلند درجہ ومرتبہ پر فائز تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الله اعلم حيث (104)

انبیاء کرام علیہ السلام میں سے کبھی کسی نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہیں کیا، بلکہ کبھی کسی سے ایسی بات کا صدور بھی نہیں ہوا جو نبوت کے منافی ہو، اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان سے جن انبیاء کرام کو منتخب فرمایا وہ صلاحیت، اخلاص، اہلیت کے اعتبار سے موزوں ترین ہستیاں تھی۔ صلاحیت، استقامت اور اخلاص میں بہت سی قدریں ایسی ہیں جو تمام انبیاء کرام کی سیرتوں میں مشترک ہیں یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ ابتدائی مراحل ہی میں انبیاء کرام کی نبوت وصداقت کی تصدیق کر دیا کرتے تھے حالانکہ انھوں نے معجزات کا مشاہدہ ابھی نہیں کیا ہوتا۔ لیکن انبیاء کرام چونکہ نبوت سے قبل بھی امانت دیانت میں مصروف ہوتے ہیں اور ان کی حق گوئی کا چرچا ہوتا ہے اور لوگوں کو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی زبان صداقت ترجمان سے کبھی غلط بات نہیں سنی گئی۔ ان صفات کے باعث جن کی وجہ سے انبیاء کرام دیگر لوگوں سے ممتاز تھے اللہ تعالیٰ نے ہم پر فرض قرار دیا کہ ہم ان انبیاء کرام کے مطیع بن جائیں اور ان کے ہر ارشاد کے سامنے سر تسلیم خم کریں خواہ وہ غصہ اور ناراضگی کی حالت میں ہی فرما رہے ہوں کیونکہ ان کا ہر لفظ وحی الٰہی ہوتا ہے۔

انبیاء کرام کے علاوہ باقی جتنے بھی شیوخ و قائدین ہیں چونکہ وہ معصوم نہیں ہیں لہٰذا ہم ان کی صرف اسی بات کو قبول کریں گے جو حق کے موافق ہوگی۔ ان کے اقوال بذات خود دلیل نہیں ہیں۔

عصمت انبیاء کی اہمیت بہت زیادہ ہے یہود ونصاری کی کتب کو کھول کر دیکھا جائے تو انھوں نے اس عقیدہ کے فقدان کے باعث نہایت بے باکی سے کبار انبیاء پر فواحش وکبائر اور کفر وشرک تک کے الزامات لگائے۔ انھوں نے ابنیاء کے کردار کو جس رنگ میں پیش کیا وہ مصلحین تو کیا عام انسانیت کے معیار سے بھی گرا ہوا ہے اور عیسائی ایک طرف حضرت عیسیٰ کو معصوم اور خدا کا بیٹا کہتے ہیں تو دوسری طرف باقی انبیاء کی گناہ گاری کے قائل ہیں۔ یہود ونصاری کی گمراہی کی بڑی وجہ یہی ہے کہ یہود نے اپنے انبیاء کو عام اخلاقی معیار سے بھی نیچے گرا دیا اور عیسائی اپنے نبی کی تقدیس میں اتنا بڑھ گئے کہ "الہ"

اور خدا کے بیٹے کا رتبہ دے بیٹھے۔ لیکن اسلام نے دنیا کے تمام پیغمبروں اور رسولوں کی عظمت کی ایک ہی سطح قائم کی ہے اس کے نزدیک گناہوں سے پاکی اور عصمت تمام انبیاء مرسلین کا مشترک وصف ہے کیونکہ گناہ گار گناہگاروں کی رہنمائی کا مستحق نہیں اور اندھا اندھوں کو راستہ نہیں دکھا سکتا۔ اس بناء پر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی و تعلیم نے اللہ کے تمام معصوم رسولوں کی عظمت دنیا میں قائم کی اور جن کو لوگوں نے ان کی عظمت و بے گناہی کے دامن پر اپنے وہم اور نادانی سے داغ لگائے تھے ان کو دھو کر پاک صاف کیا اور یہ رسالت محمدی کا عظیم کارنامہ ہے۔ عصمت انبیاء کا عقیدہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ یہ معجزات کی تصدیق کرتا ہے معجزات اس قول کے قائم مقام ہیں کہ اللہ کے رسول اس کی طرف سے جو پیغام بھی پہنچاتے ہیں اس میں وہ سچے ہیں اگر گمراہی کفر اور معاصی سے انبیاء محفوظ نہ ہوں تو پھر معجزات کی دلالت باطل ہو جاتی ہے جو لوگ کسی بھی وجہ سے معجزات کے منکر ہیں یا حدیث و سنت کی عدم حجیت کے قائل ہیں، اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کا عقیدہ عصمت انبیاء درست نہیں ہے۔ اگر وہ صحیح اسلامی عقیدہ عصمت الانبیاء تک قرآنی نصوص کی مدد سے ہی پہنچ جائیں تو یقینا اپنے باقی نظریات سے رجوع کر لیں گے اس عقیدے کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ بیشتر انحرافی راہیں اسی عقیدے میں کمی بیشی اور عدم توازان کی وجہ سے کھلتی ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات(References)

[1]۔ ابن منظور، ابی فضل جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت لبنان، ۲۰۰۵ص:۲/ ٢٦٥٠

[2]۔ ہود ۱۱:۴۳

[3]۔ ایضا ہود:

[4]۔ سورہ یوسف ۱۲:۳۲

[5]۔ الجامع الصحیح البخاری: کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ، رقم الحدیث:۱۳۹۹

[6]۔ قاضی عیاض، کتاب الشفاء بتعریف حقوق مصطفی، دار لکتاب العربی، س۔ن بیروت۔ ۲/ ۲۷۵

[7]۔ مسلم شریف جلد سوم حدیث نمبر ۲٦۰۷

[8]۔ الکھف ۱۸:۱۱۰

[9]۔ الاسراء ۱۷:۳۹

[10]۔ ایضا ۱۷:۷۴

[11]۔ یوسف ۱۲:۵۳

[12]۔ رازی، محصل الافکار المتقدمین والمتاخیرین عن فلاسفۃ ص:۱۹۵

[13]۔ شہرستانی، نہایۃ الاقلام فی علم الکلام ص ۴٦۳

[14]۔ ابن سبکی، آیات البینات، ج ۳ص:۱٦۷

[15] ۔ ابن سبکی، الآیات البیّنات: ۳/ ۱۶۸؛ ملا علی قاری، شرح فقہ الاکبر، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، س ن، ص: ۵۹

[16] ۔ حجیت سنت، ص: ۱۱۴

[17] ۔ ابن سبکی، آیات البینات ۳/ ۱۶۸-۱۶۹

[18] ۔ ابن قاسم، الآیات البیّنات ۳/ ۱۶۷-۱۶۸

[19] ۔ ایضا

[20] ۔ فواتح الرحموت، بشرح مسلم الثبوت: ۲/ ۳۷۱؛ حیدری، سید کمال، العصمۃ، (مرتبہ محمد قاضی) دار فراقد للطباعۃ والنشر، قم ایران ۲۰۰۵ص، ۲۶۱۔ ۲۲۵

[21] ۔ حجیت سنت ص ۱۱۷

[22] ۔ سورۃ المائدہ ۵:۶۷

[23] ۔ سورۃ االنساء ۴:۱۱۳

[24] ۔ سورہ الحاقہ ۶۹:۳۸-۴۷

[25] ۔ الرسالہ، امام شافعی ص: ۱۱۸دارالکتب العلمیہ، بیروت، س، ن۔

[26] ۔ ابن ہشام (م۲۱۸ھ) السیرۃ النبویہ، دارالحیاء اتراث العربی، بیروت لبنان، ۱۹۹۵ء ص: ۱/ ۳۰۳

[27] ۔ التقریر ۲/ ۲۲۴

[28] ۔ ایضا

[29] ۔ التقریر: ۲/ ۲۲۴

[30] ۔ سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب کتابۃ العلم، رقم الحدیث: ۳۶۴۶

[31] ۔ عصمۃ الانبیاء: امام فخر الدین رازی۔ ص: ۱۵

[32] ۔ قاضی عیاض (۵۱۴۴م) کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، دارالکتاب العربی بیروت، س۔ ن۔ ص: ۲/ ۷۹۸

[33] ۔ الموطا امام مالک کتاب سھو، باب العمل فی السھو۔ ۲۲۵؛ الشفاء ۲/ ۷۹۸

[34] ۔ عصمۃ الانبیاء ص ۱۵

[35] ۔ مفاتیح الغیب ۳/ ۷؛ عصمۃ الانبیاء ص ۵

[36] ۔ ایضا

[37] ۔ کتاب الشفا: قاضی عیاض، ۲/ ۷۵۲-۷۵۳

[38] ۔ کبیرہ گناہ لغت میں بڑے گناہ کو کہتے ہیں اور شرع میں اس گناہ کا کہتے ہیں جس کام کو شارع نے حرام کہہ دیا ہو۔ اس کے اوپر کوئی عذاب مقرر کیا ہو یا اس کی مذمت کی ہو اور یہ وعید و حرمت و مذمت خواہ قرآن سے یا کسی حدیث سے ثابت ہو۔

[39] ۔ سورہ ص: ۳۸:۸۳، ۸۲

[40] ۔ ملا علی قاری، شرح فقہ الاکبر، ص: ۵۶

[41]۔ النساء ۴:۱۱۶

[42]۔ والنجم۔ ۵۳:۳۲

[43]۔ کتاب الشفاء ۲/ ۷۹۸

[44]۔ حجیت سنت: ۱۷۰

[45]۔ النور ۲۴۔ ۶۳

[46]۔ الحجرات ۴۹۔ ۴

[47]۔ الم نشراح ۹۴۔ ۴

[48]۔ حجیت سنت۔ ص، ۱۷۰

[49]۔ طہ ۲۰:۱۲۱

[50]۔ حجیت سنت: ۱۷۱

[51]۔ طہ ۲۰:۱۲۲

[52]۔ البقرہ ۲:۲۸۶

[53]۔ طہ ۲۰:۱۱۵

[54]۔ العقائد الاسلامیہ۔ ص ۱۸۴

[55]۔ الفتح ۲:۴۸

[56]۔ الازہری، محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور، ۱۳۹۹ھ، ص: ۴/ ۵۳۲۔ ۵۳۳

[57]۔ حجیت سنت، ص: ۱۷۱

[58]۔ رازی، فخر الدین (م ۶۰۴ھ)، مفاتیح الغیب، مکتبہ التجاریہ مصطفی احمد الباز، بیروت لبنان ۱۹۹۵ء ص: ۴/ ۱۵۱۔ ۱۵۲

[59]۔ النجم ۵۳:۲

[60]۔ البقرہ ۲:۱۴۲

[61]۔ طبرانی، ابی قاسم سلیمان بن احمد (م ۳۶۰ھ) دار الحیاء، تراث العربی، ۲۰۰۹ء، ص: ۵/ ۸۸

[62]۔ ابن اثیر، النہایہ، مشمولہ الجامع فی غرائب الحدیث مکتبہ رشید الریاض، ۲۰۰۱ء ص: ۲/ ۲۸۸

[63]۔ التقریر ۳/ ۳۰۰۰

[64]۔ کتاب الام امام شافعی

[65]۔ الانصاری، نظام الدین، عبد العلی محمد بن نظام الدین، فواتح الرحموت، بشرح مسلم الثبوت، منشورات، رضی قم، ایران۔ ۱۳۲۴ھ ص: ۲/ ۳۷۲۔ ۳۷۳

[66] التقریر: ۳/ ۳۹۴

[67]۔ الاحکام فی اصول الاحکام، آمدی: ۲/ ۳۶۸

[68] ۔ کشف الاسرار: ۳/ ۲۰٦

[69] ۔ المختصر ص: ۲۳۹

[70] ۔ الآیات البینات، ابن قاسم، ۳/ ١٦٨

[71] ۔ قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۳/ ۲۷۸

[72] ۔ حجیت سنت، ص، ٦۸۸

[73] ۔ حجیت سنت ص ٦۸۸

[74] ۔ حجیت سنت ص ۲۹۱

[75] ۔ التوبہ، ۹: ۴۳

[76] ۔ الانفال: ۸: ٦۷

[77] ۔ آمدی، الاحکام ص ۴/ ۳۱۹

[78] ۔ ایضا، حجیت سنت۔

[79] ۔ سنن ابی داؤد، کتاب القضایا، باب قضا قاضی اذا اخطاء، رقم الحدیث: ۳۵۸۳

[80] ۔ التقریر ۳/ ۳۰۱

[81] ۔ ایضا

[82] ۔ شرح المختصر ۲/ ۳۰۳

[83] ۔ الاحکام ۴/ ۲۹۲؛ شرح المختصر ۲/ ۳۰

[84] ۔ فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، ۲/ ۳۷۳

[85] ۔ حاشیہ المختصر ۲/ ۳۰۳

[86] ۔ ایضاً

[87] ۔ النساء ۴: ٦۵

[88] ۔ حجیت سنت، ص: ۳۵۵

[89] ۔ ایضاً: ۳۵۵

[90] ۔ الاحکام فی الاصول الاحکام: ۴/ ۲۹۳

[91] ۔ ایضاً: ۴/ ۲۹۳

[92] ۔ التقریر ۳/ ۲۹۸۔ ۳۰۱

[93] ۔ التوضیح، صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود (م ۷۴۷ھ) نور محمد اصح، المطابع کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی ۱۴۰۰۰ھ: ۴۴۵

[94] ۔ ابن سبکی، شرح المنہاج ۲/ ۱۷۲

[95] ۔ الآیات البینات ۴/ ۲۵۱

[96] ۔ شرح ابن اسبکی علی المنہاج ۳/ ۱۷۳، ۱۷۲

[97] حجیت سنت ۳۱۲

[98] ۔ شرح ابن سبکی علی المنہاج ۳/ ۱۷۳

[99] ۔ فواتح الرحموت، بشرح مسلم الثبوت: ۲/ ۳۷۳۔ ۳۷۴

[100] ۔ کشف الاسرار ۲/ ۹۶

[101] ۔ حجیت سنت ص ۳۱۵

[102] ۔ کشف الکبیر ص: ۹۴۰

[103] ۔ السیرہ النبویۃ، برحاشیہ الحلبیہ ج ۱/ ۳۷۶

[104] ۔ الانعام ۱۲۵